فتح مکہ سے کربلا تک

علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ، کامون پوری

اسلام کا پس منظر، آغاز، مزاحمتیں، فتح مکہ، فتح مکہ سے کربلا تک، فتح مکہ اور کربلا کا موازنہ، بنی ہاشم کی انسانی خدمات

ہاشمی نسل عموماً نیکی کی طرف مائل نظر آتی تھی۔ اس کلیہ میں استثنا کی گنجائش ہے لیکن یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہے کہ بنی ہاشم کی اکثریت قبل اسلام بھی بہ نسبت دوسرے قبائل کے زیادہ خوش اخلاق تھی۔ تاریخ سے حضرت ہاشم کے حسن سلوک اور انسان نوازی کے واقعات مٹائے نہیں جاسکتے۔ حجاز کے ایسے بنجر ملک میں مکہ کے حاجیوں کی خورد ونوش کی ذمہ داری معمولی حوصلہ کا کام نہیں ہے۔ چمڑے کے حوض بنواتے جس میں حاجیوں کے پینے کے لئے پانی بھرا جاتا۔ قریش کے تجارت پیشہ حضرات ہاشم کے رہین منت تھے آپ نے حبش کے بادشاہ نجاشی اور مصروشام کے بادشاہ قیصر سے یہ فرمان لکھوایا تھا کہ قریش کے تاجروں کو ان ممالک میں ہر طرح کی آسانیاں مہیا ہوں گی۔ خود عربی قبائل سے حضرت ہاشمؑ نے عہد لیا کہ وہ قریش تاجروں کی پٹی غارتگری کا ہدف بنائیں گے۔ حلف الفضول کی تحریک اسی خاندان نے آگے بڑھائی، چند نیک دل حجازیوں نے یہ طے کیا کہ چند قبیلوں کے اتحاد سے ایک جماعت حلف الفضول کے نام سے بنائی جائے اور سب معاہدہ کریں کہ یہ جماعت مظلوموں کی مدد کرے گی۔ ابتداء میں یہ تحریک ''امن کا ایک تصور'' بن کر رہ گئی بنی امیہ اس تحریک سے الگ رہے۔

پھر زبیر بن عبدالمطلب نے اسے دوبارہ زندہ کیا۔ عبداللہ بن جدعان مکہ کے ایک رئیس کے گھر میں یہ اجتماع ہوا۔ اس معاہدہ میں رسولؐ خدا بھی شریک تھے۔ اعلان اسلام کے بعد رسولؐ خدا فرمایا کرتے تھے، میں آج بھی اس معاہدہ پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔

اسلامی تحریک، داعیان حق پر مظالم کی انتہا، زدوکوب، قید و بند، ترک تعاون، جلاوطنی، انفرادی قتل، جنگی اقدامات

عرب گمراہی و جہالت کی انتہائی منزل طے کررہے تھے، بلکہ ساری دنیا سیدھے راستے سے بھٹکی ہوئی تھی۔ قدرت نے اپنی صفت کے مطابق گمراہوں کی رہنمائی کی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا۔ حضرتؐ نے کل دنیا کو نیکی کی راہ دکھائی اور برائی سے روکا۔ لیکن اہل عرب خصوصاً اہل مکہ نے حضرت کی دعوتِ اصلاح کا سخت مقابلہ کیا۔ مسلمان پہاڑوں کے دروں اور غاروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ رسولؐ خدا کی ایذا میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا۔ حضرتؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیئے جاتے۔ نماز میں آپ پر کثافت ڈالی جاتی۔ معاذ اللہ، کوئی شاعر کہتا، کوئی کاہن اور کوئی جادوگر، یہ دوسروں کو حضرت کی باتیں سننے سے روکتے اور بے بنیاد باتیں مشہور کرتے۔ غریب مسلمانوں کو اہل مکہ سخت ایذا دیتے دوپہر کو جبکہ عرب کی ریگستانی زمین آگ کی طرح دہک اٹھتی یہ ظالم بے یارومددگار مسلمانوں کو پکڑ کر گرم ریگ پر لٹا دیتے اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے۔ لوہے کو آگ سے گرم کرکے داغتے۔ یہ سزائیں بلال وصہیب غلاموں کے حصے میں آئیں جو مسلمان

ہو چکے تھے۔ یاسر اور ان کے فرزند حضرت عمار اور بیوی سمیہ یہ تینوں مکہ کے لئے یار و مددگار لوگوں میں تھے۔ یہ بھی اسلام کے عقیدت مند ہو چکے تھے۔ یاسر کو اتنا ستایا کہ ان کی موت واقع ہوگئی۔ سمیہ کو ابوجہل نے ایسی برچھی لگائی کہ وہ بھی مرتبۂ شہادت پر فائز ہوگئیں۔ حضرت عمار کو تپتی ہوئی ریگ پر لٹا کر اتنا مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ نبوت کے پانچویں سال قریش کے مظالم سے عاجز آ کر بعض مسلمانوں نے جلاوطنی اختیار کی اور حبش چلے گئے۔ لیکن اب بھی ان کو کھلی ہوئی فضا میں سانس لینے کا موقع نہیں دیا گیا۔ قریش نے اپنے دو سفیر نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجے کہ ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ یہ ہمارے مجرم ہیں۔ مہاجرین سے جب بادشاہ نے حقیقت حال پوچھی تو حضرت جعفر طیار نے ایک برجستہ تقریر کی جس کی کافی تاریخی اہمیت ہے۔ حضرت جعفر طیار کی تقریر اس کی ایک سچی تصویر ہے۔ فرمایا اے بادشاہ ہم جاہل و بت پرست و مردار خور و بدکار تھے۔ پڑوسی ہم سے عاجز تھے۔ بھائی بھائی کے ظلم کا شکار تھا، کمزور زبردست کا لقمہ تھا۔ انہی حالت میں ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا جس کی سچائی اور ایمانداری کا ہم میں ہر ایک معترف تھا۔ اس نے ہم کو سچے دین کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ ہم بتوں کی پرستش چھوڑ دیں۔ راست گوئی اختیار کریں یتیموں کا مال نہ ہضم کریں۔ ہمسایوں کو آرام پہنچائیں۔ عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں غریبوں کی خبر لیں ہم نے اس شخص کو خدا کا پیغمبر تسلیم کیا اور اس کی راہ پر چلے۔ اس بنا پر ہماری قوم ہماری جان و مال کی دشمن ہوگئی۔ قریش کے سفیروں کو نجاشی کے عدل وانصاف اور فہم و دانش و روشن ضمیری نے ناکام واپس کیا۔

نبوت کے ساتویں سال قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ رسولؐ خدا اور ان کے متبعین سے ہر طرح کا ترک تعاون کیا جائے۔ شادی بیاہ، خرید و فروخت سب بند۔ حضرت ابوطالبؑ و افراد خاندان کو اک درہ میں لے کر محصور ہو گئے۔ ''جسے شعبِ ابو طالب'' کہتے ہیں۔ یہاں ان کو درخت کی پتیاں بھی کھانا پڑیں، اور سوکھے چمڑے بھون کر کھانے کی بھی نوبت آئی۔ بچوں اور عورتوں کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ آخر قریش کے بعض افراد کا دل پسیجا اور یہ پابندیاں اٹھالی گئیں۔

مدینہ کے کچھ لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے تو مسلمانوں کو ایک اور پناہ گاہ ملی۔ اب قریش کے اختلاف نے ایک نئی شکل اختیار کی۔ کل قبائل نے ایکا کرلیا۔ کہ ہر قبیلہ کا ایک نمائندہ بیک وقت حضرتؐ کے قتل میں حصہ لے۔ وحی الٰہی نے رسولؐ خدا کی دست گیری کی اور آپ حملہ سے پہلے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اہل مکہ نے مہاجرین کے مکانات و جائداد پر قبضہ کرلیا۔ قریش نے اپنی مخالفت کو اس طرح ترتیب دیا کہ غیروں کو محسوس کرایا کہ محمدی تاریخ میں دوسروں کا بھی نقصان ہے لہٰذا انہیں اس میں قریش کا ساتھ دینا چاہئے مکہ کے مشرک، مدینہ کے منافق اور حجاز کے یہود سے مل کر مہاجرین سے مقابلہ کے لئے ایک جماعت بنی۔

اہل مکہ مسلمانوں کو مکہ سے باہر جانے کی اجازت نہ دیتے گویا انہیں اپنی حراست میں رکھتے تھے۔ باہر سے مسلمانوں کا مکہ میں داخلہ بند تھا۔ کعبہ کا طواف و حج کل عرب کرتے، مگر مسلمان اس سے محروم تھے۔

بدر میں حسن سلوک

مشرک مدینہ پر حملہ کے لئے چڑھ آئے۔ آخرکار بدر میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ میں پہلا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی پشت پر نئے عقیدے کی قوت تھی۔ اگرچہ ان کی تعداد کم تھی اور بے سروسامان تھے مگر فتح و نصرت نے انہیں کا ساتھ دیا۔ عقبہ کا مقابلہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید کا مقابلہ حضرت علیؑ سے ہوا اور یہ دونوں قتل ہوئے۔

شیبہ بھی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ عقبہ اور ابوجہل جو قریش کے سردار تھے جب قتل ہوگئے تو مشرکین کو دن میں تارے نظر آنے لگے اور فوج میں سراسیمگی پیدا ہوئی اور پاؤں اکھڑ گئے قریش مکہ کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

اور چودہ مسلمانوں نے شہادت پائی۔ مشرک ایک ہزار تھے اور مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ مسلمان سخت معاشی پریشانی میں مبتلا تھے لیکن بدر کے قیدیوں کے ساتھ ان کا طرز عمل مثالی تھا۔ قیدیوں کو کھانا کھلاتے اور خود کھجور پر بسر کرتے، جن کے پاس لباس نہ تھا انہیں لباس دیا۔ بعض اصحاب کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے مگر رسولؐ خدا نے اسے مسترد کر دیا۔ حضرت نے یہ تجویز فرمائی کہ جو قیدی فارغ البال ہیں وہ فدیہ دے کر رہا ہو جائیں اور جو نادار ہیں اور لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں اور جسے کچھ نہیں آتا وہ خدا کی راہ میں آزاد کر دیا جائے۔

ذاتی مفاد کے لئے قوم کو جنگ کا ایندھن بنایا گیا

عوام اپنا فائدہ اور نقصان کم سمجھتے ہیں جو ان میں ہوشیار ہوتے ہیں وہ قیادت کی خواہش میں اپنا ذاتی مفاد کل قوم کا مفاد بنا دیتے ہیں۔ مکہ کے اکثر رئیس قتل ہو گئے تھے۔ ابوسفیان کے دل میں ان کی جگہ حاصل کرنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ بجائے اس کے وہ قریش کو مشورہ دیتے کہ جبکہ مسلمانوں نے مکہ چھوڑ کر دوسرا وطن اختیار کر لیا ہے تمہیں اب ان سے کوئی دشمنی کی وجہ نہیں ہے مگر ابوسفیان کا فائدہ اسی میں تھا کہ قریش دیوانے ہو جائیں اور اپنے حقیقی فائدہ کو بالکل نہ سمجھ سکیں۔

ابوسفیان نے یہ نعرہ لگایا کہ جب تک مسلمانوں سے بدر کا بدلہ نہ لیا جائے گا میں ہر طرح کی راحت سے دست کش رہوں گا حالانکہ بدر کے بدلہ کا کوئی جواز ہی نہ تھا۔ خود مشرک ہی مدینہ چڑھ کر آئے۔ قریش ہی کے ظلم و ستم نے مسلمانوں کو جلاوطن کیا۔ علاوہ اس کے بدر میں مشرکین قریش کی طرح مسلمان بھی قتل ہوئے لیکن ابوسفیان ایک ایسا جادوگر تھا جو ریت سے قلعہ تیار کرتا تھا واقعہ بدر کے تین مہینے بعد ابوسفیان نے مدینہ کے یہودیوں سے سازش کی۔ انہیں ڈرایا کہ اسلامی تحریک تمہارے لئے مصیبت بن جائے گی۔ یہودیوں نے ان کو مدینہ پر حملہ کی تدبیریں بتائیں۔ اس موقع پر مشرکین مکہ نے ایک مسلمان کو قتل بھی کیا۔ اور مسلمانوں کے چند مکانوں اور گھاس کے ڈھیر میں آگ لگا کر بھاگ نکلے۔

ابوسفیان نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے بہانے اہل مکہ کو مشتعل کیا۔ قریش کا تجارتی سرمایہ مصارف جنگ کے لئے منظور ہوا۔ عوام کو برانگیختہ کرنے کے لئے شاعری حرکت میں آئی قریش کی مشرک عورتیں بھی اشتعال انگیزی کی مہم میں پیش پیش تھیں۔ خصوصاً ابوسفیان کی بیوی ہندا کی دلچسپی سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ اگر اہل مکہ ان کے راستے پر سمٹ آئے تو بجائے ایک معمولی آدمی کی بیوی ہونے کے ایسے ابوسفیان کی بیوی ہوگی جس کی زندگی اونچی ہو چکی ہے۔ جو بجائے ایک معمولی آدمی کے مکہ کا لیڈر ہوگا۔ ہندا کے گانے نوجوان سپاہیوں کو بے خود بنا رہے تھے۔ قریش نے مدینہ کے قریب احد کے پہاڑ کے پاس قیام کیا مسلمانوں کے پاس سات سو آدمی تھے جن میں سے صرف سو کے پاس زرہیں تھیں۔ مسلمان اپنی حفاظت کے لئے بے چین تھے۔ رافع بن خدیج کمسن تھے۔ جب انہیں محافظ دستہ میں شامل کرنے سے انکار کیا گیا تو وہ انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے۔

اس جنگ میں مسلمانوں نے کافی زحمتیں اٹھائیں۔ ستر مسلمان شہید ہوئے۔ کسی نے رسول خدا کے چہرۂ مبارک پر تلوار ماری جس کی چوٹ سے خود کی دو کڑیاں چہرہ میں دھنس گئیں۔ کسی نے حضرتؐ پر پتھر پھینکا جس سے حضرت زخمی ہوئے۔ اس حالت میں خدا کے رسولؐ ہی کا کام تھا کہ وہ ان الفاظ میں خدا سے دعا کرتے۔ ''پروردگار! یہ قوم نادان ہے اس کے قصور معاف کر۔''

صحرائی اخلاق

اسی موقع پر حضرت حمزہؓ شہید ہوئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندا نے ان کے اعضا کاٹے اور ہار بنا کر گلے میں ڈالا۔ حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر چبایا مگر نگل نہ سکی۔

بدلہ ہو گیا

پھر ہندا ایک بلندی پر چڑھ گئی اور اس نے چند شعر گائے کہ آج بدر کا بدلہ ہو گیا۔ حالانکہ بدر کی جنگ خود انہیں کی مسلط کی ہوئی تھی اور کوئی منصف دفاع وحفاظت نفس کے لئے کوشش کو برا نہیں کہہ سکتا اور اس سلسلہ میں اگر ہجوم کرنے والوں کو نقصان پہنچ جائے تو اس کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہوتی ہے مگر جاہل ذہن کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ خود ایک بڑائی کا سبب بنتا تھا اور پھر خود ہی اس کے انتقام کے درپے ہوتا تھا جاہل ذہن کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ دشمن کے برابر کے نقصان پر اسے تشفی نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ اختلافات دو آدمیوں کے درمیان محدود رہتے تھے بلکہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل اس کی وارث بنتی تھی۔ احد کے موقع پر حضرت حمزہؑ کی شہادت کے بعد اگرچہ ہندا نے کہہ دیا تھا کہ ''بدر کا بدلہ ہو گیا'' مگر ہندا کے بعد اس کی نسل میں عرصہ تک انتقام بدر کی خواہش لبوں پر آتی رہی۔ اسلام سے صرف قریش یا بنی امیہ کو مخالفت نہ تھی بلکہ یہودیوں نے بھی اس کا مقابلہ کیا اور کئی جنگیں اسلام کی یہودیوں سے ہوئیں۔ ۸ھ میں جنگ موتہ عیسائیوں سے ہوئی جس میں حضرت جعفر طیارؓ اور زید بن حارثہ شہید ہوئے۔

جنگوں کے بعد کچھ دنوں تک دلوں میں تلخی رہی اور پھر سب قصے نسیاً منسیاً ہو گئے اور دوسری نسل میں تو اس کی یاد بھی دلوں سے محو ہو گئی مگر بنی امیہ کے دل معلوم نہیں کس اجزاء سے بنے تھے کہ کینہ وحسد کے بیج ان میں خوب برگ وبار لاتے تھے اور ایک نسل سے دوسری نسل تک کینہ وحسد ایک نسلی ترکہ بن کر منتقل ہوتا تھا۔

اسلام کی اخلاقی فتوحات ۔ فتح مکہ میں محمدی شرافت اور بلند نظری کی معراج

۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ دس ہزار مسلمان فوجیں مکہ میں داخل ہوئیں۔ بے پناہ صبر وبرداشت کے بعد انسداد ظلم کے لئے قوت استعمال ہوئی لیکن یہ معصوم قوت تھی جس کا سرچشمہ اخلاق محمدیؐ تھا ایسی عظیم الشان اخلاقی فتح جس کا مقصد پاک اور جس کا طریق کار پاک اور جس کے نتائج پاک تاریخ میں صرف محمد عربیؐ کے نام سے مخصوص ہے۔

فتح مکہ میں جس بلند نظری دور گذر کا مظاہرہ ہوا وہ الوالعزم پیغمبرؐ کی انسانی معراج تھی۔

ابوسفیان جس نے بدر کے بعد سے کل جنگوں کی قیادت کی عرب کے قبیلوں کو ابھار ابھار کر بار بار مدینہ لایا۔ جس نے رسولؐ خدا کے قتل کی سازش کی۔ مگر یہ محمدیؐ کردار کا خاص پہلو ہے کہ اس ابوسفیان کو بجائے تباہ وبرباد اور ذلیل وخوار کرنے کے موتہ کی زمین پر اسے اس طرح بے خوف ومطمئن بنا دیا گیا گویا اس نے کوئی برائی نہیں کی تھی بلکہ اس کے گھر کو دوسروں کے لئے پناہ گاہ بنا دیا تھا۔ گویا اس کا ماضی دوستانہ ومخلصانہ تھا۔ مکہ کے سرداروں سے رسولؐ نے پوچھا۔ آج تمہیں مجھ سے کس سلوک کی امید ہے۔ قریش نے کہا آپ نوجوانوں کے شریف بھائی اور بوڑھوں کے شریف بھتیجے ہیں۔

حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جاؤ! تم سب آزاد ہو۔ اس موقع پر ''حضرت نے ایک تقریر فرمائی جس میں کہا:

آج کفر کے فخر وغرور اور خون کے سب پرانے قضیئے اور جاہلیت کے سب بدلے اور سارے دعوے میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ (یعنی سب ختم اب نئی زندگی کا استقبال کیا جاتا ہے اور بجائے ماضی کی تلخیوں پر وقت ضائع کرنے کے آئندہ کے مسائل سلجھائے جائیں گے۔)

''آدم کی سب نسل برابر ہے۔ شراب وسود حرام کیا گیا۔ (مجالس المومنین ص ۸۶ / عطاء اللہ خان، مطبوعہ قرار محل، کراچی)

حج آخر میں بھی حضرت نے اسی طرح کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا جاہلیت کے سارے خون کے بدلے ختم کر دیئے گئے سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون معاف کرتا ہوں۔ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کے خون کا بدلہ لینے کے حق کو چھوڑتا ہوں۔

کیا پیغمبرؐ کی زندگی میں کوئی مثال (معاذ اللہ) کینہ یا حسد کی ملتی ہے۔ کیا آپ کی نورانی زندگی سراپا رحمت نہ تھی۔ در گذر

چشم پوشی اور کشادہ دلی کی اس سے بہتر مثال ممکن ہے جس کا دشمنوں کے ساتھ بار بار مظاہرہ ہوا۔ اسی عدالت و انصاف ورحمت و مہربانی وتواضع، حیاوعفت وسیر چشمی اور صبر و در گذر کا رسولؐ کی اولاد اور عالی فطرت نسل سے بھی ہر موقع پر اظہار ہوا۔ مگر آفتاب رسالتؐ کے غروب ہوجانے کے بعد تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے بعض افراد نے بنی ہاشم پر کینہ وحسد کا الزام لگایا حقیقتاً ایسی کوئی مثال نہ تھی جس کی بنیاد پر یہ الزام عائد کیا گیا بلکہ قوت واقتدار کی منطق کبھی کبھی ایسے ہی دعوے کرتی ہے محض دعویٰ ہی جس کا ثبوت ہوتا ہے اور جہاں کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ اور جس کا محرک حقیقی اہل کی جگہ اپنا ناموزوں قیام ہوتا ہے۔ ہم تلخ واقعات کے بیان کرنے میں جری نہیں ہیں اور نہ انہیں فطری حد سے زیادہ وسعت دینے کے عادی ہیں۔ کبھی کبھی تاریخی تقاضے ہمیں مجبور کرتے ہیں اور ہم ادھر بھی آجاتے ہیں۔ ہمارا منشا ایسے ذہن کا پیدا کرنا ہے جو ایمانداری سے تاریخ کے سرمائے کو استعمال کرے ہمیں اس پر رنج وتعجب ہے کہ رسولؐ خدا ان کی ذریت نے سخت سے سخت موقع پر جس وسعت نظر کا ثبوت دیا مگر تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی مگر بعض مواقع پر ان کے تاریخی کردار کے خلاف ان پر حسد وکینہ کا الزام عاید کیا گیا۔

ایک دن ابن عباس ایک سربراہ کے پاس تھے وہاں شعروشاعری کی بحث چھڑی ہوئی تھی اچھے شاعر اور اچھے شعر پر اہل بزم میں اختلاف تھا۔ ابن عباسؓ کو آتا دیکھ کر پہلے سے موصوف نے کہاجاء لکم اعلم الناس بہا۔ شعروشاعری کے مسئلہ کا سب سے بڑا واقف کار آپہنچا۔ پھر یہی سوال ابن عباس کے سامنے آیا۔ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ ابن عباس نے کہا، زہیرابن ابی سلمیٰ، سند میں شعر مانگا گیا۔ ابن عباس نے عطفان کی مدح میں اس کے یہ اشعار پڑھے۔

لو کان یقعد فوق الشمس من کرم

قوم یأورھم او بعدھم قعدوا

قوم ابو ھم سنان حسین تنسبھم

طابو اوطاب من الاولاد ماولدوا

محسدون علی ماکان من نعم

لاینزع اللہ عنھم مالہ حسدوا

اگر بزرگی کی وجہ سے کسی کی جگہ سورج پر ہوسکتی ہے تو یہ لوگ اس پر بیٹھ سکتے ہیں۔ ان کا باپ سنان ہے، یہ اور ان کی نسل پاکیزہ ہے۔ خدا نے ان کو جو نعمتیں عطا کی ہیں اس پر ان سے حسد کیا جاتا ہے۔ نعمتیں ان کے پاس ہمیشہ رہیں۔

موصوف نے کہا کہ کیا خوب ہے۔

یہ شعر بنی ہاشم سے زیادہ کسی پر منطبق نہیں ہوتے۔ رسولؐ اللہ کی فضیلت اور بنی ہاشم کی حضرت سے قرابت کی وجہ سے۔ اس کے بعد موصوف نے ابن عباس سے سوال کیا۔ قوم نے رسولؐ خدا کے بعد آپ کو منصب خلافت کیوں نہ دیا۔ پھر خود ہی جواب دیا۔

کرھوا ان یجمعو الکم النبوۃ والخلافۃ

لوگوں نے ناپسند کیا کہ نبوتؐ وخلافت ایک ہی خاندان میں جمع ہوجائے اور تم قوم پر فخر کرو۔ اس پر ابن عباس نے جو جواب دیا وہ موصوف کے خلاف مزاج تھا۔ موصوف نے کہا۔

"بلغنی انک تقول انما اخذوھا عنا"

ہم نے سنا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم سے خلافت لوگوں نے حسد و بغاوت وظلم سے لی۔ ابن عباس نے کہا اما قولک حسد ا فانما آدم نحن آدم حسد و نحن ولدہ المحسدون۔

یہ ٹھیک ہے آدمؑ سے حسد کیا گیا اور ہم ان کی وہ اولاد ہیں جن سے حسد کیا گیا۔ موصوف نے اس کے جواب میں کہا۔

ھیھات ھیھات۔ ابت واللہ قلوبکم یا بنی ھاشم الاحسد الا یزول۔

اے بنی ہاشم واللہ تمہارے دلوں سے حسد نہ دور ہوگا۔ اس پر ابن عباس نے اعتراض کیا اور کہا۔ مھلا لاتصف

قلوب قوم قد اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا عن الحسد والغش كان رسول الله من قلوب بنی هاشم۔ (تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر ج ۳ ص ۲۴)

اس قوم پر حسد و غش کا الزام نہ لگائیے، جس کو اللہ نے برائیوں سے طاہر رکھا ہے۔ رسولؐ خدا کا دل بھی بنی ہاشم کے دلوں میں شامل ہے۔

بنی ہاشم سے مراد حضرت علیؑ کی ذات ہے۔ صرف انہیں کے لئے دعویٰ خلافت کیا جارہا ہے۔ لیکن حضرت علیؑ کی زندگی میں حسد کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اگر افضل کو حق ہے کہ کسی جگہ پر مفضول کو دیکھ کر وہ جائز تنقید کرے تو یہ حضرت علیؑ کا حق تھا۔ اور اسے حسد نہیں کہا جاسکتا۔

امیر معاویہ بھی حضرت ابن عباس کو بہت چھیڑا کرتے تھے ایک گفتگو کے موقع پر ابن عباس نے ان کے جواب میں کہا۔

لوولينا احسنا المواساة وامنا بالاثرة لم نقشم الحئي ولم نشتم الميت۔ (عقد فرید ابن عبدربہ اندلسی ج ۲ صفحہ ۱۱۱)

اگر آج ہماری حکومت ہوتی تو ہم مواسات سے پیش آتے اور ایثار کرتے اور کسی قبیلہ پر ظلم نہ کرتے اور نہ کسی کو برا بھلا کہتے۔

چونکہ امیر معاویہ کی حکومت میں بنی ہاشم پر ظلم ہورہا تھا اور امیر المومنین کو بعد شہادت بھی منبروں پر برا کہا جارہا تھا اس لئے حضرت ابن عباس نے ان الفاظ میں ان کی حکومت پر تعریض کی اور بتایا کہ حکومت سے متعلق ہمارا نقطہ نظر کیا ہے، کیا یہ نظریہ حکومت جو کہ علوی نقطہ نظر ہے اس میں کہیں بھی کینہ وحسد کی ہمت افزائی کی گئی ہے کیا مخالفت کے ساتھ ان میں رواداری و درگذر کو خاص اہمیت نہیں دی گئی۔

ایک دن حضرت ابن عباس کے دوسرے بھائی عبیداللہ بن عباس امیر معاویہ کے پاس تھے۔ "بسر ابن ارطاۃ حامری" بھی اسی جگہ موجود تھا۔ اور یہ وہ جفا پیشہ وسنگدل تھا جس نے ان کے دو کمسن خوبصورت بچوں کو ماں کے سامنے ذبح کر ڈالا تھا، عبیداللہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ کیا تمہیں بچوں کے قاتل ہو؟ بسر نے کہا ہاں!

اس کی اس جسارت پر کہ اپنے فعل پر اس نے اظہار ندامت بھی نہ کیا اور بے باکانہ کہا۔ کہ میں ہی بسر ہوں۔ عبیداللہ نے کہا، کوئی تلوار ہے۔ بسر نے درباری سطوت کے فریب میں آکر کہا۔ یہ میری تلوار ہے۔ عبیداللہ نے تلوار پر ہاتھ بڑھایا تھا کہ معاویہ اور بعض حاضرین نے عبیداللہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بسر سے کہا تمہاری عقل جاتی رہی۔

اس موقع پر امیر معاویہ نے بار بار بنی ہاشمؑ کا تذکرہ کیا، گویا وہ کوئی نسلی مزاج بیان کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا بنی ہاشمؑ کے ایک ایسے شخص کو تم اپنی تلوار دے رہے تھے جس کے بچے قتل ہوئے تھے۔ تم بنی ہاشم کے دلوں سے ناواقف ہو۔

[تاریخ مروج الذہب، مسعودی مطبوعہ مصر ج ۳ ص ۱۰۱]

ہم نے بنی ہاشم کے دل صلح و امن اور جنگ اور بیکسی و حکومت و اقتدار ہر زمانے میں دیکھے ہیں۔ کاش! کوئی مثال ہوتی، کاش کوئی واقعہ ہوتا، جس کی بنیاد پر بنی ہاشم کو حاسد یا کینہ ور کہا جاتا۔ اگر رسولؐ خدا کا ہر ممکن مقابلہ کرنے اور ان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کی کوششوں کے بعد، اگر حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے کے بعد فتح مکہ میں انہیں اس طرح چھوڑ دینا کہ ان کی کھال پر کوئی خراش بھی نہ آئے، حسد و کینہ ہے تو اسے تاریخ کو منظور کرنا ناگزیر ہے۔

صفین میں پھر بدر کی یاد

حالانکہ احد میں ہاشمی خاندان نے کافی نقصان اٹھایا اور مسلمانوں کو کافی تکلیفیں اٹھانی پڑیں، اور حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا:

مامنا احد الا وقد قتل علی اباه او اخاه او ولده ۔ فقتل یوم بدر ایاك یا ولید ، وقتل اباك وابالاعور ۔ فاذا اجمعتم علیه ادرکتم ثارکم عند

وشیفتہ صدرکم۔

ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے باپ بھائی یا لڑکے کو علیؑ نے بدر میں قتل نہ کیا ہو۔اے ولید! بدر میں تمہارے باپ قتل ہوئے اور اے ابوالاعور! تمہارے چچا قتل ہوئے۔اگر تم سب مل کر ان کے خلاف قدم اٹھاؤ گے تو اپنا عوض ان سے لے سکو گے اور اپنے دل کو شفا دو گے۔

(مناقب اخطب خوارزمی حنفی متوفی ۵۶۸ھ، ج ا ص ۵۴ر۔

صفین میں بندش آب

بنی امیہ کے سامنے جب کوئی موقع آتا تو ان کی ساری توجہ اس موقع کو جیت لینے میں صرف ہوتی۔وہ کبھی نہیں سوچتے تھے کہ ہمارے اس قدم کا اخلاقی جواز کیا ہے اور رائے عامہ اس سے کیا اثر لے گی۔بدر کے انتقام کو زیادہ نمایاں نہیں کیا جا سکا۔اس لئے کہ بدر کے واقعہ سے مسلمانوں کو ہمدردی تھی اور اس کے خلاف آواز بلند کرنے سے صراحتہً رسولؐ سے تصادم تھا۔اس لئے صفین میں اگرچہ خاص اموی حلقہ میں بدر کا ذکر ہوتا تھا لیکن سادہ دل عوام کو مشتعل کرنے کے لئے ''خون حضرت عثمان'' کے اتہام سے فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔اور عرصہ تک خون حضرت عثمان کی یاد تازہ رکھی گئی حالانکہ خود حکومت حاصل کرنے کے بعد اس سلسلہ میں کوئی کام نہیں کیا گیا مگر حسب ضرورت بنی ہاشم کو متہم کرنے کے لئے بطور ایک حیلہ کے اسے استعمال کیا جاتا رہا۔بنی امیہ اپنے حریف کو شکست دینے کے لئے نفس کی بزرگی اور دینی و اخلاقی آئین سے بگاڑ کر لیتے تھے۔چنانچہ صفین کی جنگ جیتنے کے لئے یہ تدبیر سوچی گئی کہ فرات پر قبضہ کر لیا جائے اور حضرت علیؑ کی فوج پیاسی مرجائے۔

روایت کی گئی ہے کہ شامی فرات پر پہلے پہنچ گئے اور اصحاب علیؑ پر پانی بند کر دیا۔علیؑ واصحاب علیؑ گندا پانی پیتے تھے جس سے ان میں بیماری پھیل گئی۔علی علیہ السلام شامیوں سے مہربانیوں سے پیش آتے اور جنگ کی ابتدا نہیں فرماتے تھے۔اور بار باران سے احتجاج کرتے تھے۔مگر بندش آب پر انہیں اصرار تھا۔ (مناقب اخطب خوارزم، ۱۲۸)

اصبح بن عونیاتہ تمیمی کو حضرت علیؑ نے خط دے کر امیر معاویہ کے پاس بھیجا اور لکھا کہ اگر میں تم سے پہلے فرات پر آ گیا ہوتا تو ہر گز تم پر پانی بند نہ کرتا۔پانی کا بند کرنا حرام ہے۔اصحاب رسولؐ کو پانی پینے دو۔ہم لوگ غور کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

لیکن امیر معاویہ کو یہ تدبیر جنگی نقطۂ نظر سے پرخطر نظر آتی تھی۔اسلام اور ضمیر کے تقاضوں پر غور کرنے میں انہیں جنگی مفاد مانع تھا۔وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ فرات سے پہرہ ہٹا لیں اور علیؑ کی جماعت کو بھی پانی مل جائے۔خود ان کے دست راست عمرو بن عاص نے سمجھایا بھی کہ تم علیؑ سے پانی نہیں روک سکتے، نیزے ان کے ہاتھ میں ہیں، وہ پیاسے نہیں مر سکتے۔لیکن امیر معاویہ اپنے انجام سے مطمئن تھے۔انہوں نے عمرو بن عاص کو جواب دیا ''یہ پہلی کامیابی ہے''

شام کے ایک رئیس فیاض بن حارث ازدی شامی کو (جو کہ عمرو بن عاص کا دوست تھا) یہ تدبیر قابل قبول معلوم نہ ہوئی اس نے کہا:

''بخدا تم نے ان لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں برتا۔اگر یہ لوگ ترک وروم ہوتے اور یہ پانی کی خواہش کرتے تو تمہیں انہیں بھی سیراب کرانا واجب تھا پھر بعد میں تم ان سے لڑ لیتے حالانکہ یہ لوگ تو اصحاب رسولؐ ہیں، بدری مجاہد ہیں، مہاجر و انصار ہیں اور ان کی اولاد ہیں۔اور ان میں رسولؐ کے ابن عم اور بھائی ہیں اور ان کے صاحب اسرار ہیں۔اے معاویہ! تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ بخدا اگر یہ فرات پر پہنچ جاتے تو ضرور تمہیں پانی پلاتے بخدا یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔'' (مناقب اخطب خوارزم، ۳۳)

فیاض نے ایک نظم بھی کہی جس کے دو شعر یہ تھے۔

الحمون الفرات علی اناس
وفی ایدیھم الا سل الظلماء
فلا للہ درّک یا ابن ھند
لقد ذھب الحیا فلاحیاء

کیا تم ان لوگوں سے فرات کا کنارا روکے ہوئے ہو جن کے ہاتھوں میں پیاسے نیزے ہیں۔ ہند کے بیٹے! (معاویہ) اللہ تمہارا بھلا نہ کرے۔ حیا ختم ہوگئی۔ اب کہیں حیا نہیں۔

فیاض بندش آب سے اتنا متاثر ہوئے کہ شب کو شامی فوج کو چھوڑ کر عراقی فوج میں شامل ہو گئے۔

(مناقب اخطب خوارزمی، ۱۳۴)

پیاس کی شدت بڑھتی گئی۔ مالک اشتر امیر لشکر پیاس سے نڈھال تھے، ایک سپاہی نے کہا میرے پاس ایک برتن میں کچھ پانی ہے، میں نے اسے اپنے لئے بچا لیا تھا، مالک کو دے سکتا ہوں۔ لیکن مالک بہت اونچے انسان تھے جب پانی ان کے سامنے لایا گیا تو انھوں نے منہ پھیر لیا اور کہا:

لا اشرب حتی یشرب القوم۔''

[مناقب خوارزمی، ص ۱۳۵]

جب تک یہ سب نہ پئیں گے میں لب تر نہ کروں گا۔

فرات پر علیؑ کا قبضہ: ہاشمی کردار کی تجلی

جیسا کہ عمرو بن عاص نے کہا تھا۔ زیادہ دن تک امیر معاویہ کا فرات پر قبضہ نہیں رہ سکتا تھا۔ جو کچھ بھی تاخیر ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جنگ کو صلح سے تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ تمام حجت کو ان کی نظر میں نمایاں اہمیت حاصل تھی۔ حضرت علیؑ جب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے تو عراقی فوج نے دلیرانہ حملہ کیا اور فرات پر قبضہ کر لیا۔ جس طرح فتح مکہ کے موقع پر رسولؐ خدا سے کہا گیا تھا کہ آپ ہمارے جوانوں کے شریف ترین بھائی، ہمارے بوڑھوں کے شریف ترین بھتیجے ہیں ہمیں آپ سے معافی و درگذر کی توقع ہے اسی طرح آج امیر معاویہ نے بارہ اشخاص امیر المومنینؑ کے پاس بھیجے اور کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ آپ سے خواہش ہے کہ ہماری غلطی پر نظر نہ کریں گے اور پانی سب کے لئے عام رکھیں گے۔

امیر المومنینؑ اس جماعت کے سامنے اس طرح کہ رسولؐ خدا کی ردا دوش پر تھی، ایک کرسی بچھائی گئی۔ حضرت اس پر بیٹھے، جو شب شامی نے یہ عرض داشت پیش کی۔ حضرتؑ نے فرمایا'' معاویہ سے کہدو کہ خود بھی پانی پئیں اور اپنی فوج کو پلائیں۔ کوئی انہیں پانی سے نہیں روکے گا۔ (مناقب خوارزمی ۱۴۲)

یہ ہیں ہاشمی و طالبی و اموی نفسیات ۔ یہ علوی و اموی سیرت ۔ اگر اس موقع پر امیر المومنینؑ نے کینہ وحسد کو مقدم رکھا ہے تو یقینا ہاشمی خاندان کینہ پرور و حاسد تھا اور اگر ایسا نہیں ہے تو محمدؐ و آل محمدؐ کی رقت قلب انسانی محبت اور ایثار و عفو کی ان درخشاں مثالوں سے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی سیرت اولاد آدمؑ کے لئے نمونہ ہے۔ اور ایسی مثالیں کہیں اور نہیں ملتی۔

کربلا میں اسلامی وغیر اسلامی کردار کا تصادم امام حسین نے یزید کی فوج کو پانی دینے سے دریغ نہیں کیا لیکن امامؑ کے مقابلہ میں صفین کی تاریخ پھر دھرائی گئی

فتح مکہ اور صفین کی مثالیں اتفاقی نہ تھیں۔ جب بھی اخلاق کی دشوار گذار منزلیں آئی ہیں ۔ محمدؐ و آل محمدؐ اس سے نہایت جرأت و ہمت سے گذرے۔ صفین اور صفین کے ایسے بہت سے اموی کردار امام حسینؑ کے سامنے تھے۔ وہ ان کی دل تنگی سے واقف تھے۔ اور اس سے باخبر تھے کہ یہ مطلب براری کے موقع پر کسی اخلاقی پابندی کے قائل نہیں ہیں لیکن امام حسینؑ کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ باطل کی جنگ باطل ذرائع سے فتح کریں۔ ان کے سامنے صرف ایک راستہ تھا اور وہ ان کی نظر میں نہایت صاف اور بے خطر تھا۔

وہ یہ کہ اسلامی کردار سے غیر اسلامی کردار کا مقابلہ کریں اس صورت میں اگر وہ قتل ہو جاتے۔ جب بھی اصول کی فتح ان کی فتح تھی اور اگر زندہ رہتے جب بھی وہ فاتح و مظفر تھے۔ اس لئے امامؑ نے کبھی بھی ان تدابیر کی طرف توجہ نہ کی ۔ جنہیں جنگی سیاست'' کہہ کر اخلاقی و مذہبی اصول کی مخالفت کے لئے اختیار کیا جاتا رہا ہے۔ جب حر کا پیاسا لشکر منزلِ ''شراف'' پر امامؑ کو ملا۔ دشمن پیاس سے جاں بلب تھے۔ سواریوں کی زبانیں نکلی

ہوئی تھیں۔ امامؑ نے یہ نہیں سوچا کہ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ امام نے یہ حساب نہ لگایا کہ اگر ہم پیاسے ہوتے تو یہ ہمیں پانی نہ دیتے۔ امامؑ نے یہ غنیمت نہ سمجھا کہ بغیر جنگ کے یہ پیاسے ہی مرجائیں اور ہمارے راستہ میں کوئی کانٹا نہ رہ جائے۔ امامؑ کے ذہن میں یہ خیال بھی نہ آیا کہ ان کو پانی دے دوں گا۔ تو ہمارے اہل وعیال اور متعلقین کیا کریں گے۔

محمدؐ وآل محمدؐ نیکی کی جھلک دیکھ لیتے تھے۔ تو فریفتہ ہوجاتے تھے۔ نیکی کا جمال انہیں کسی طرف آنکھ اٹھانے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ امام نے اس وقت کیا کیا؟ تاریخ کا بیان ہے۔

امام نے اپنے ساتھیوں اور جوانوں سے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کو پانی پلاؤ۔ اور گھوڑوں کو سیراب کرو۔

(تاریخ کامل ابن اثیر، ج ۴ رص ۲۳ ر)

کیا ابن زیاد کو اس خلق کی اطلاع نہ ملی ہوگی لیکن اس نیکی و بلند نظری کا جواب ابن زیاد کی طرف سے یہ دیا گیا۔ کہ حر کو ابن زیاد نے خط لکھا:

جعجع بالحسين حين يباءفك كتابي ۔ ويقنا عليك رسولي جلا يتنزله الا بألقراء في غير حصين وعلى غير ماء۔ (تاریخ ابن اثیر جلد ۴ رص ۲۶ ر)

جب میرا خط پہنچے تو حسینؑ پر سختی شروع کردو۔ انہیں بے آب وگیاہ مقام پر اتارو۔ فوج یزید کی طرف سے بندش آب کا بڑا اہتمام کیا گیا۔ مختلف تحریروں میں ابن زیاد نے اس حکم پر اصرار کیا ہے کہ پانی بند کردینا اور فوج کی طرف سے بھی یہ حربہ بہت کاری سمجھا گیا۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ حسینؑ مدینہ واپس جانے کو کہتے ہیں۔ ابن زیاد نے اس کے جواب میں کہا کہ حسینؑ یزید کی بیعت کرلیں۔ تو ہم سوچیں گے کہ کیا کریں؟ اس خط میں یہ الفاظ بھی تھے۔ ان کے ساتھیوں پر پانی روک دینا۔''

واقعہ شہادت امامؑ سے تین روز پہلے عمر بن سعد نے عمر بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ فرات پر متعین کردیا اور امامؑ حسینؑ پر پانی بند کردیا۔ فوج یزید کے ایک سپاہی عبداللہ بن حصین ازدی نے امام حسینؑ علیہ السلام سے کہا:

فرات کا بہاؤ آپ دیکھ رہے ہوں گے مگر اس سے آخری دم تک پانی کا ایک قطرہ نہ پایئے گا۔

(کامل ابن اثیر، ج ۴ رص ۷۲ ر)

امام حسینؑ کا ہر قدم خلق بلند اور عالی حوصلگی کے عرش پر تھا۔ آپ نے اپنی پیاس اور اپنے متعلقین کی پیاس کا ذکر تو دشمن کی فوج سے کیا۔ مگر یہ نہ فرمایا کہ:

''صفین میں جب تم جاں بلب تھے تو ہم نے باوجود تمہارے بخل وتنگیٔ دل کے فرات کو سب کے لئے عام کردیا تھا۔''

نہ امامؑ نے فرمایا کہ تمہاری فوج پیاس سے دم توڑ رہی تھی اور میں نے پانی اپنے متعلقین سے عزیز نہیں رکھا اور تمہاری فوج کی جان بچائی۔''

اور نہ امام نے یہ فرمایا کہ:

''نہر فرات پر پہلے میرے خیمے لگ گئے تھے میں نے رفع فتنہ کے لئے خیمے ہٹالئے۔'' بلکہ صرف اپنے متعلقین پر بے آبی سے جو اثر مرتب ہو رہے تھے اسے بیان فرما رہے تھے۔ لیکن جب حضرت حر حسینی فوج میں شامل ہوگئے تو ان کے دل کی تہوں میں حسینؑ احسان انہیں بے چین کر رہا تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں امام حسینؑ پر بندش آب نہایت شاق تھی چنانچہ حضرت حر نے فوج یزید سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر فرات کا بہتا ہوا پانی روک دیا ہے جسے یہودی وعیسائی ومجوسی سب ہی پیتے ہیں۔ عراق کے سور اور کتے اس میں لوٹتے ہیں۔ حسینؑ اور ان کے متعلقین پیاس سے بسمل ہو رہے ہیں تم نے محمدؐ کے بعد ان کی ذریت سے بہت برا برتاؤ کیا۔ اگر توبہ نہ کرو تو خدا تمہیں محشر میں سیراب نہ کرے گا۔ (کامل ابن اثیر ج ۴ رص ۳۳ ر)

محمدؐ وآل محمد نے اپنا کردار کسی قیمت پر بدلنا پسند نہ کیا بدر سے صفین اور صفین سے کربلا کے ہیبت ناک کردار ان کے سامنے

تھے۔لیکن وہ تاجرانہ اصول پر نیکی کے قائل نہ تھے وہ ہر حال میں نیکی کے پابند تھے۔خواہ ان سے کوئی کیسا ہی برتاؤ کرے۔ بنی امیہ نے کربلا میں جس وحشت و درندگی سے امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔وہ تاریخ کے ہر طالب علم کے سامنے ہے اہل حرم کی تشہیر اور ان کی توہین میں کونسا دقیقہ فروگذاشت کیا گیا مگر جب خود بنی امیہ پر برا وقت پڑا تو ہاشمی غیرت اور محمدیؐ وعلویؑ شرافت کا کرشمہ دنیا نے دیکھا۔ ۶۳ھ میں جب واقعہ حرہ رونما ہوا اور اہل مدینہ نے یزید سے عاجز آکر اس کی مخالفت کی اور عثمان بن محمد بن ابی سفیان گورنر کو مدینہ سے نکال دیا۔اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کے ہاتھ پر بیعت کی بنی امیہ کو محاصرہ میں لے لیا۔ یزید نے عمرو بن سعد سے چاہا کہ وہ اہل مدینہ کا مقابلہ کرے۔مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر ابن زیاد سے اس نے یہی خواہش کی مگر ابن زیاد کے سامنے انجام قتل امام حسینؑ آچکا تھا۔ اس نے کہا۔''بخدا میں اس فاسق (یزید) کے لئے دونوں باتیں اکٹھا نہ کروں گا۔

''فرزند رسول کا قتل'' اور کعبه کی لڑائی''

ایک ہزار بنی امیہ مدینہ میں محصور تھے۔مروان بن حکم اہلبیت کا نہایت خبیث دشمن تھا وہ بے یار و مددگار تھا اس نے ابن عمر سے بہت خواہش کی کہ اس کے اہل وعیال کو اپنے گھر میں پوشیدہ کر لیں مگر وہ راضی نہ ہوئے۔

اس نے امام زین العابدین سے کہا کہ میری عورتوں کو اپنی عورتوں کے ساتھ رکھ لیجئے حضرتؑ نے منظور فرما لیا۔مروان نے اپنی بیوی عائشہ بنت عثمان اور دوسری بیویوں کو حضرتؑ کے گھر بھیج دیا امام زین العابدینؑ اپنی عورتوں کے ساتھ مروان کی عورتوں کو ینبع لے گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ مروان کی عورتوں کو طائف بھیج دیا۔

[کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۵۷/]

بلند نفسی اور ماضی سے غض بصر کرنے کی یہ تنہا مثال نہیں ہے۔ ہشام بن اسمٰعیل سے ولید بن عبدالملک ناراض ہوا اور عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ عوام میں اس کی تشہیر کرو ہشام نے امام زین العابدینؑ کو بہت پریشان کر رکھا تھا اسے اندیشہ تھا کہ امامؑ اس کے زوال سے خوش ہوں گے اور تشہیر کے موقع پر شاید شماتت کریں۔لیکن امامؑ نے پہلے ہی اپنے مخصوصین کو ہدایت فرمائی تھی کہ ایک حرف بھی کوئی طنز و تعریض کا زبان سے نہ نکالا جائے ہشام جب امامؑ کی طرف سے گذرا اور خلق محمدیؐ کا یہ کرشمہ دیکھا تو اسے پکار کر کہنا پڑا۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کی رسالتؐ کے لئے کون سی جگہ زیادہ موزوں ہے۔ یہ ہے کردار محمدؐ وآل محمدؐ، ابتدائے اسلام سے فتح مکہ تک، اور فتح مکہ سے کربلا تک، اور کربلا کے بعد بھی جس کا مظاہرہ ہوتا رہا، جب بھی طالبی ومحمدیؐ طاقت کو موقع ملا، عفو و درگذر اور احسان کو مقدم رکھا گیا اور جب بنی امیہ کو موقع ملا شرافت سے گرے ہوئے برتاؤ ہوئے اور انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ ہمارے ساتھ ان کا سخت ترین مواقع پر کیا طرز عمل تھا اور ہمارے اس طریق کار سے رائے عامہ پر اور آنے والی نسل پر کیا اثر پڑے گا بلکہ ان کا ذہن اس موقع پر زیادہ سے زیادہ ایذا اور برائی کی راہیں نکالتا تھا۔

فتح مکه اور کربلا کا موازنه

طالبی ومحمدیؐ وعلویؑ و فاطمیؑ کردار اور بنی امیہ کا کردار اتنا واضح ہے کہ اہل تاریخ اور شعراء اور علمائے ادب سے مخفی نہیں ہے ذیل میں ایک جلیل القدر فقیہ و ادیب کی ایک عجیب نظم پیش کی جاتی ہے جس میں محمدیؐ وعلویؑ و فاطمیؑ اور اموی کردار کا موازنہ واقعات کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔چھٹی صدی کے مشہور شاعر و فقیہ ابوالفوارس شہاب الدین سعد بن صیفی تمیمی شافعی ۵۸۳ھ ''حیص بیص'' کے نام سے شہرت ہے۔عربی ادب کے ماہرین میں ان کا شمار تھا ان کے متعلق شیخ نصر اللہ نے اپنا ایک خواب بیان کیا جس سے محمدیؐ وعلویؑ و فاطمیؑ و اموی کردار کی تشریح ہو جاتی ہے۔شیخ نصیر اللہ جن کے متعلق ابن خلکان کا بیان ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۴ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

جو اس نوعیت کی ہوں وہ شعائر اللہ میں داخل ہیں۔

جب کہ قرآن و حدیث نے اس پر کوئی حد قائم نہیں کی ہے تو اگر یہ سلسلہ لامحدود ہو تو اس میں خرابی کیا ہے؟

پھر یہ کہ جیسے قرابت کی کڑیاں ہوتی ہیں کہ دور ہوتی ہوئی اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ قرابت کا تصور باقی نہیں رہتا، اسی طرح انتساب کی کڑیاں ہیں جتنی دور ہوں گی اتنا شعائر اللہ ہونے کی حیثیت میں ضعف پیدا ہوگا، یہاں تک کہ ایک منزل ایسی آئے گی کہ ذہن میں انتساب کا تصور پیدا نہیں ہوگا اور پھر شعائر الٰہیہ ہو نے کا معیار ختم ہو جائے گا لہٰذا سلسلہ لا متناہی نہیں ہوگا۔

شرک کے حدود کیا ہیں؟ جب تک ان کا تعین نہ ہو آنکھ بند کر کے کہہ دینا کہ یہ رسمیں شرک کے حدود کو چھونے لگتی ہیں'' کوئی وقیع بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک مخصوص فرقہ کے پروپیگنڈے کی صدائے بازگشت ہے جو ''شرک شرک'' کی آواز بلند کر کے ان مراسم عزا کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

چونکہ آپ ان مراسم عزا کو بحمد اللہ قائم رکھنے کے حامی ہیں اس لئے آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ یہ ''منت مراد'' کا سلسلہ شرک ورک تو ہے نہیں کیوں کہ کوئی جاہل سے جاہل ایسا نہیں جو ان حضرات کو معاذ اللہ خدا کا مدمقابل سمجھتا ہو لیکن عوام کے ایک طبقہ اور بالخصوص غیر شیعہ اور غیر مسلم افراد میں یہی منت مراد ان مراسم کے قیام کا باعث ہے جس کی تائید مشاہدات سے ہوتی ہے کہ ایک کی مراد جو برآتی ہے تو وہ پھر بہت سوں کو اس عزا میں شرکت کی تحریک کا باعث ہوتی ہے لہٰذا اصلاح کے جذبہ میں اس کا کلیۃً ختم کر دینا درست نہیں ہے۔

والسلام

(ماخوذ از سرفراز محرم نمبر ۲۹ رذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ر جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۵ رتا ۱۳ر)

❁❁❁

(صفحہ ۴۴ رکا بقیہ [فتح مکہ سے کربلا تک]-----)

کان من ثقاۃ اهل السنه'' وہ کہتے ہیں۔

''میں نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے حضرت سے کہا آپ حضرات نے مکہ فتح کیا تو کہا جس نے ابوسفیان کے گھر پناہ لی وہ محفوظ ہے۔ پھر آپ کے فرزند حسینؑ پر کربلا میں وقت آپڑا تو ان پر ظلم کی انتہا ہوگئی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا تم نے اس موضوع پر ابن صیفی کے شعر نہیں سنے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا ان سے سنو، پھر میں بیدار ہوگیا۔

شیخ نصر اللہ فوراً ہی حیص بیص کے گھر گئے، حیص بیص سے ملاقات ہوئی تو اس خواب کا ذکر کیا۔ حیص بیص یہ خواب سن کر بلند آواز سے رو پڑے اور گریہ گلوگیر ہوگیا اور بحلف کہا کہ ابھی تک نہ تو میں نے یہ نظم کسی کو سنائی ہے اور نہ لکھ کر بھیجی ہے اور آج ہی رات کو میں نے اسے نظم کیا ہے۔ پھر اپنی نظم سنائی۔

ملكينا فكان العفو منا سمية
فلما ملكتم سال بالدم ابطح
رحللتم قتل الاسارىٰ وظالما
غدونا على الاسرىٰ تعف وتصفح
فحسبكم هذا التفاوت بيننا
وكل اناء بالذى فيه ينضح

(۱۶۱ر وفیات الاعیان ابن خلکان مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ)

اقتدار ہمارے ہاتھ آیا تو عفو و درگذر ہماری خصلت ظاہر ہوئی، جب تم صاحب اقتدار ہوئے تو پتھریلی زمین پر خون کا سیلاب بہ گیا، تم نے ہمارے اسیروں کو قتل کیا اور ہم نے تمہارے اسیروں کو معاف کر دیا۔ یہ ہمارا تمہارا فرق ہے جس برتن میں جو ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے۔

(مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڈھ)

❁❁❁